

شبابِ لکھنؤ

تصنیف

ادیب اعظم مولانا سید محمد باقر شمس

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیہ حضرت غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک،

لکھنؤ-۲۲۶۰۰۳ (یو۔ پی)۔ انڈیا

Noor-e-Hidayat Foundation

Imambara Ghufraanmaab, Maulana Kalbe Husain Road,

Chowk, Lucknow-3 INDIA

Website: www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

E-mail: noorehidayat@gmail.com, noorehidayat@yahoo.com

Ph:0522-2252230 Mob :08736009814,09335996808

شباب لکھنؤ

لکھنؤ کی سیاسی، علمی، ادبی اور تمدنی تاریخ

مرتبہ

محمد باقر شمس

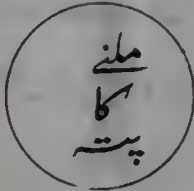
مصنف :- محمد باقر شمس

خوشنویس :- کفایت الرحمن خاں

تایع :-

ناشر :- محمد فاخر

قیمت :- ۲۰ روپے



دارالتصنیف سی ۳۰
رضویہ سوسائٹی
کراچی ۱۹۷۱ء

شباب لکھنؤ

سلیمان جاہ نصیر الدین حیدر

شاہ اودھ کے دور حکومت میں

اُن کی عیش پرستی، علم دوستی

رعایا پروری اور مذہبی انہماک

کی دلچسپ داستان

محمد باقر شمس

شاہ زمان نصیر الدین چمد



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۷	مکّہ درزی	۲۰	۱ نصیر الدین حیدر کی ولادت	۱
	راگ مالا	۲۱	۲ تخت نشینی	۲
۹	گنگا سے نہر نکلوانا	۲۲	۳ شکل و صورت	۳
۱۰	بارغ	۲۳	۴ شہ سواری	۴
۱۱	پارغ انگریز مصاحب	۲۴	۵ نفاست مزاج	۵
۱۲	ابن لکھنؤ کا ہتھیار بندہ	۲۵	۶ نزاکت مزاج	۶
۱۲	ابن لکھنؤ کا فخری حق پر	۲۶	۷ علم و فن کی قدردانی	۷
۱۳۰	درملو کی کیفیت	۲۷	۸ عورتوں سے دلچسپی	۸
۱۵	درباری عورتوں کا لباس	۲۸	۹ عورتوں کے زیورات	۹
۱۶	پرستان	۲۹	۱۰ چار کوہ پیریاں اور ان کے لباس	۱۰
۱۷	ایک شکار کا واقعہ	۳۰	۱۱ لالوی اور دھنیا مہری	۱۱
۲۱	باز سے شکار	۳۱	۱۲ رقاصائیں	۱۲
۲۱	چیتے سے شکار	۳۲	۱۳ سرور کا بیان	۱۳
			۱۴ جلسے والیاں	۱۴
			۱۵ سوعدہ طائفے	۱۵
			۱۶ چوٹے والیاں ڈومیاں	۱۶
			۱۷ کھانے کی میز	۱۷
			۱۸ حرم شاہی	۱۸
			۱۹ اشرافیہ کا چہرہ اور اس کے لواحقین	۱۹

تمہید

سلیمان جل نصیر الدین حیدر شاہ کا دور حکومت لکھنؤ کے شباب کا دور کہا جاتا ہے اس دور میں ان کی عیش پرستی کے ساتھ علم و دینی رعایا پروردگار کے تعصبی اور مذہبی امور میں انہماک سے لکھنؤ میں علمی ادبی تمدنی اور مذہبی ترقی جس اعلیٰ درجہ پر ہوئی وہ جرت خیز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ اس سے یہ بھی سبق حاصل ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ جو عیش پرستی میں مبتلا رہتا تھا وہ علم پروری رعایا پروری اور مذہب سے غافل نہیں رہا اس نے جو کچھ کیا دنیا کے کسی بادشاہ سے نہیں ہو سکا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ناظرین اس کے اختصار سے بددل ہوں گے۔ اگر ضرورت ہو تو اس سے زیادہ تفصیل سے اس داستان کو پیش کروں گا۔ فی الحال اتنے ہی پر

لفظ: در ذرا ناچیز
محمد باقر شمس

نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ

نصیر الدین حیدر غازی الدین حیدر کے اکوڑے بیٹے ۱۸۲۲ء میں باپ کے تخت و تاج کے ایک ہونے وجہ تشکیل آدی رعب شاہی چہرہ سے نمایاں اعلیٰ درجے کے شہسوار بہت اچھے پیرک اور خوشگو شاعر تھے، بادشاہ تخلص تھا۔ وہ طباً ایرانی تھے ان میں رعب و ادب اور نفاست بہت تھی خوشبخت بڑی رغبت تھی عطر اور بھولوں کا استعمال عجب عجب طرح سے کیا۔ عورتوں سے بہت دلچسپی تھی۔ علم و فن کے قدردان رقص و سرود کے دلدادہ اور مذہب کے خدائے جو کچھ انہوں نے کیا وہ دنیا میں کسی بادشاہ سے نہ ہو سکا۔ تاریخ میں ان کا زمانہ لکھنؤ کا عہد شباب کہا جاتا ہے۔

حکیم نجم الغنی تاریخ اودھ میں لکھتے ہیں کہ:

”ان کی ٹونڈیوں نے جو لباس پہن ڈالا وہ مغل اعظم کی ملکہ اور شہزادیوں کو نصیب نہیں ہوا۔ کہا ریوں اور ہریوں کا ایک ایک ڈیپٹ چار چار ہزار کی لاگت کا ہوتا تھا۔“

ہر چیز اسی سبک کی تھی، لکھنؤ کو انہوں نے پرستان بنا دیا۔

چار سو کہدیاں میں پچیس سال کی نہایت حسین و جمیل فراہم کیں جو پرتشکلف لباس و زیورات سے آرائے فازہ سے گلزار اور عطر سے معطر رہیں ڈلوی اور دھنیا دھبہ ریاں ان کی افسر تھیں، افضل النساء ان کا خطاب تھا جب بادشاہ محلے سرا میں جو سیلوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تو ہوا واریں ان کو اٹھا کے لے جاتیں معلوم ہوتا کہ تخت سلیمان کو پرہیاں لے جاتی ہیں۔ ایک

زمانہ فوج محل میں پہرے کے لئے بھرتی کی ایک جماعت خواصوں کی تھی جن کے حسن و جمال میں زیور دلہاس نے چار چاند لگا دیئے تھے۔
یہ اُن سیکڑوں بلکہ ہزاروں پری جمالی رقاصاؤں اور زہرہ جبین مغنیوں کے علاوہ تھیں جو ہر وقت رقص و سرور کے لئے معین تھیں۔ ہزار جب ملی بیگ سرور نے ان کے چشم دید حالات سینے:

"شاہیوں شہر نیل الاذی یوم شہر ۱۲۲۲ھ اور میوں اکتوبر ۱۸۰۶ء
مئی کمر زلف الدین حیدر نے بعد پیلینی مرزا فازی الدین حیدر
جلوس مینت مانوس سر بر سلطنت پر کیا۔ اس سن و سال میں بادشاہی
ہاتھ آئی۔ سلطنت کی فزائوی ترمائی کر شاہان گزشتہ کو جس کی تمت
رہی میسر نہ آئی۔ جوان بخت و جوان دولت جوان سال پچیس برس
کا سن، عین شباب جوانی کی اب دتاب نرسے کے دن تھے جو
نارنج و نعت بعد بخت ہاتھ آیا۔ زلیست کی کیفیت، حکومت کا لطف
خوب اٹھایا۔

جلسہ میں وہ ہر وقت پیش نظر رہا۔ جو محمد شاہ کو خواب میں میسر نہ
ہوا۔ ہزار پاپری پیکر، حور و ش، سیم تن، گلبدن، نازک انعام،
خوش خرام، طاؤس رفتار، الگ آن پر نثار، زہرہ جبین، الحب میں
عینوں مو، ناسید گلو، بالاس پر زور، موکرا پو چشم، مرتج چشم
موج و شام کو زہرہ قدرت، دست بستہ حاضر رہیں۔ گلاب کیوڑ اکب
چیز سے۔ عطر کی ہزریں بہیں، مکان اور باغ ہر ایک بہشت کا
نمونہ تیار یں گلشن شاد سے دونا اثرن اور روپے کے گنج بے

خال کر دیئے تباہوں کے گھر بھر دیئے۔ پھولوں کا یہ مروت تھا کہ
دیکھا نہ سنا، ہزار باغ سرکاری عجیب و غریب تیار یں کے
تھے، اُس پر کئے روپے کے پھول رز کے بازار سے آئے
تھے۔ صبح کو فزائیاں باسی ہار پھول جو پھینکتی تھیں۔ چاندی کے
ڈھیران کے ہاتھ لگ جاتے تھے۔

جلسے وایاں نادر نادر شہر اُفاق گائیں پری چہرہ موسیقی میں
بکتا، دلیری میں طاق۔ ان کے علاوہ ہزاروں مہیما، رشک مہر
کم سن اُن کے چہچہ، لاابایاں، اُنک کے دن کہا ریاں پریوں
کی صورت کی ہمیشہ ہوا وارش تخت حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا
پر رہا، ناندانہ نے بر سر زمین اُن کا پاؤں نہ لگنے دیا۔ اکثر یہ پیر
کوچن بندی گل اور خواروں کی ہوتی تھی۔ دیکھنے والوں کا دل باغ
باغ ہوتا تھا عندیہ خوش الحان جان کھوتی تھی اس تختہ گل
قام پر لار داغ دکھاتا تھا۔ یاسن کا نہ سفید ہو جاتا تھا۔ سنبل کو
ان کی زلف سلسل دیکھ کر پریشان دیکھا۔ سر کو مقابلہ قامت
میں پابہ گل پایا، شمشاد کو قدر عنا کے رد پر دیشیمان دیکھا، خجل
پایا۔ سستی کی دھڑکی دیکھنے سے رنج سوسن کو ہوا۔ سوز بان سے
صبح دشنا کو موجود ہوا۔ رگس اُن نیلی آنکھوں پر کنگی باندھے
رہتی تھی، دیدہ آہوئے ختن سے اشکوں کی ندی بہتی تھی، زخماں
دیکھ کر سب کے منہ میں پانی بھرا تھا۔ یہی کامز رہتا دھتبا
لگ جاتا تھا۔

سوطائفہ شہر کا چیدہ اندر سو دہات کا پسندیدہ نوکھٹ پر در
سہے یہ سب حاضر ہوئے بچپن کیس طائفے نے ایک ایک رنگ
کے جوڑے عنایت سرکار، باغ و بہار، اپنے اندر اسی میل کے
گہنے معلوم ہوتا تھا کہ جن رواں ہے بلکہ بھولوں میں یہ نزاکت و لطافت
رؤش رفتار، تکلف گفتار، غمزہ ناز کا انداز کہاں ہے اور بھان
چرنے والیاں، ڈنٹیاں، ٹنٹیاں، حسین بوجھ کی زالیات
توال، بن کار، ربابیے، سرودیے یہاں تک کر کچھ والے
تلندر، بکرا اور بندر بھی ہوتا۔

کمرے میں سامان عیش تیار، انگریزی میز ایک سے ایک
تختہ، نادر روزگار سبز و سرخ کا شان نعل سے منڈھی، گز بھر کی
بھار نفرتی طلائی بادے کی ہلکی جہاں تک سیاح نگاہ جائے
گلدستوں کا جہان اللہ چین نظر آئے۔ ان کے گرد کنٹر بادہ انگوٹیاں
و گلزار و زمرق نام کے چنے۔ قریب گزک کا سامان، جہاں کے فواک
اور طشتریوں میں پستے بادام بچنے، متعل اس کے سب نعمت
غیر مرتب بلا ہر طرح کے، دھپانے متعدد، طرہ دار بچوں
حساب سے باہر و بورانی، بھرتے، اچار ہر گلدستے کے تلے کر
باتھ بڑھالے کی فبت نہ آئے۔ جس چیز کی خواہش ہو وہیں پائے
کمرہ دہن کی صورت سبھا، جھاڑ، جھابے، کنول، فانوس، بوٹیا
پردے وہ جن میں کھلا ہوا بیروں بنت، گھگھرو، چکا چکا، فرش
سے تا سقف و جدار آئینہ بندی، سکندر اگر دیکھت حیرت آتی

اپنی سلطنت حضرت سلیمان کو بھل جاتی، جدھر آنکھ اٹھائے
قدرت خدا کا مشاہدہ ہو جائے۔

ادھر خود بدلت رونق افزہ ہوئے ادھر بیویوں کا گانا ناچ ہونے
لگا۔ کمرے کے باہر انگریزی باجے بچنے لگے، توال، بن کار، پانے
مازلا آپ بچنے لگے۔ جو جس کام کا حاضر تھا اپنے شغل میں مشغول ہوا۔
خود بدلت اکل و شرب کی طرف متوجہ ہوئے۔ کسی سے آنکھ نہ ملاتے
تھے۔ آئینوں میں ایک آئین سے سب کے لطف نظر آتے تھے اب
جس کا بخت مددگار اور طالع یار ہوا اس کو قریب بلایا کچھ بلایا کھلایا
اور جو احتلاط منظور ہوا، تو اس کا دلزدہ ہو گیا۔ ایک دم میں
ہنال کیا، دولت دینا سے مالا مال کیا۔ ایک ایک دن میں ہزار ہزار
جوڑے مفرق اور پانچ پانچ سے جوڑی کڑے جواہر نگار عنایت
ہوتے، رنڈیوں کے نرم نرم ہاتھوں میں پڑے۔

اُدھی رات حبیب گزری یہ محبت برخاست ہوئی۔ وہ جیسے
دایاں اور بھل کی گائیں، پری دوش، ذی ہوش، مرتع پوش آئیں،
دھوئیں پیاہیں کوئی تلوعے پہلانے لگی کوئی ہوا خواہی سے پنکھ
ہلانے لگی۔ کسی نے کہا فی شریع کی، کوئی چائیں گنائی، کسی نے جیت
شعر پڑھا، کسی کا دبے پاؤں چپنی کے واسطے ہاتھ بڑھا۔ اب ان
میں جس کا نصیب جاگا، وہ اپنا حصہ لے بھاگا۔

دم سر شاہ غجبہ سیر ہوا نیا مکان، تازہ سامان، پھر
سب تیار ہوا۔ غرضیکہ ہر شب شب برات جو دن تھا، محرم کے

سوا، عید تھی، ہر دم جلسہ اور پری رویوں کی دید تھی۔ قابل دید
وہ محبت تھی خوش نصیب ان کے جن کے تہ نظر رہی۔
ہمت کے مدد ہوا ہم بیکل تھا گو تک تیل تھا۔ چہرہ فیض
رات دن جاری تھا، لینے والا غاری تھا۔ جس کی قسمت میں گہنا
تھا، الماس دیا وقت و نذر کا زیور بھولوں کا گہنا تھا۔ قدر میں
پر طبیعت جو آئی، خاک سے اٹھا آسمان پر بارگاہ بینیاں جاٹے
کے موسم میں لاکھ سوا لاکھ روپے کی درفائیاں بنی تھیں
گرمیوں میں ان کی ہوا نظر نہ آتی تھی کہ کدھر آگئیں۔ مکہ منانی، تاج محل
مذہب علیا، ان سب کا خرچ ایسا ہی رہا اور تازہ نیت رہے گا
اعتیاج فریب نہ آئے گی۔ ہفتاد و پست ان کی جہان کے مزے
اڑائے گی۔ ڈھوی و دھنیا ادنیٰ کیا رہاں دیکھیں۔ ان کی
دھوم دھڑکتے کی سواریاں دیکھیں۔ دس پانچ لاکھ روپہ خاطر
میں نہ آیا۔ آستانوں کو کھلایا۔ ایک روز مکہ زانی کے محلے
میں حضرت شریف فرما جوتے۔ ایک رتو ہاتھ میں تھا۔ انھوں
نے پوچھا سر زما ہاتھ میں کیا ہے۔ فرمایا پچاسی لاکھ روپہ فیض آباد
سے آیا ہے۔ انھوں نے کہا بھہ دو، یہ سننے ہی رتو ہاتھ سے
پھینک دیا گویا بڑا بوجھ تھا۔ قدر عمل نے کہا اشرافیوں کا
ڈھیر نہیں دیکھا تو رائے میں انبار ہو گیا ارشاد کیا، لطف
اگر دیکھا چاہو تو ٹٹ دو۔
کسی نے راک مالاکت ب نذر کردی۔ فرمایا اس کا جلسہ ہو۔ جو

رائی جس صورت دہشتاک سے دیکھی وہی محبت ٹھہری۔ ایک عیدوں
کے جلسے میں پان سو عورت دہن کا لباس پہنے، ہاتھوں پاؤں
میں ہندی لگی، چوڑی سنہانی، سر سے پاک جواہر کا زیور نایک
رائی کی محبت میں دن ہوتا تھی، اندر کی سبکی کی آبرو دکھوتی
تھی۔ انصاف شرط ہے کیا وہ جلسہ ہو گا اور کیا مروت ہو گا۔
مکنا خیا طاک قطع سب سے زالی رہی، ہر دم عیش و عشرت
لا ابالی رہی۔ ہزار روپے روز گرمی کی پوشاک کے مقرر تھے۔ بیج
نواب کی خدمت میں آیا صورت دیکھ کے تو ڈرامٹنگایا۔ اور
جاڑے کی پوشاک کے سوا لاکھ لاکھ اس نے کئی لاکھ روپے
مکی عمارت اپنی دیران بستی میں بنائی۔ اور لکھنؤ میں گنج، سرا مسجد
تغیر کی خوش دماغی میں اگر تانا شاہ پر طعنہ زن ہوں تو جب ہے کہ
ممدوح میرا نازک دماغ ایسا ہے۔ ایک دن ٹخنے کی ہانڈی
میں دھوکے سے بیلے کا تیل پڑ گیا گودہ بھی ہوتا کے عطر سے
کہ نہ تھا، مگر طبیعت رسا مکدر دماغ پریشان ہوا۔ خود شہو ساز ہر
ایک حیران ہوا کہ گردش تقدیر سے کیا سامان ہوا بعد تحقیقات
ثابت ہوا۔ واقعی میل تھا، بیلے کا تیل تھا۔ ٹخنہ ساز نے اس
وقت شام پر ہوش، کھو خطا کا اقرار کیا۔ مزاج میں یہ راست پسندی
تھی کہ قصور و صاف ہوا دل صاف ہوا۔

مغلانیاں ہزار پانچ سو روپے ماہواری کی نوکر تھیں۔ گوٹے
چلے، کرن کی کترین اتنی پان تھیں کہ سونے چاندی کی اینٹیں گڑھو

تھیں۔ خاصے دایوں نے شک و دہر و زعفران، لونگ و الایچی کے خاصے خاصے محل اٹھائے۔ چکن ڈیاں دورخی جن پر دل پھلے، ان کے انبار لگائے چو گھڑے کی وہ الایچی کو چھوٹی بڑی کی تیز آزمائے، اگر شب کو پائے۔ غرض ہر شے کا حرف بے حساب رہا۔ کارندوں نے جو کھا وہ کھلے لیا۔ گھوری، گزبھر جس کا عرض و طول، جہاں سے تراش کر کھلے۔ مصالحہ برابر پائے سرخرونی معمول شہر کے بتولی اس ایسٹھ میں سیٹھ ہو گئے۔ ہوئے اور گھڑ میں پان نہ رہے۔ پان بنا کر جو کھلاتی تھی۔ گھوری باز وہ پڑنا کھلاتی تھی، ہر دم سرخرونی سے کیا کیا انعام پاتی تھی۔ ایک دن پانچ قوڑے اشترنی کے اور کئی ہزار روڈ پیک چادر جو اس وقت زیب و دوش افروز تھی۔ غایت کی۔ اس کے کچھ خاطر میں نہ آئے بلکہ ٹوڑے کئے۔ منہ بگاڑ کر بنایا، توری چڑھائی۔ اب گھر مٹنے کے بعد مزے اڑاتے ہیں۔ دل کی ہوس نکالتی ہے۔ چاندنی راتوں میں سونا اچھا لیتی ہے۔

گھوڑے ایسے کہ ادم مہانے ہسری میں منہ کی کھائی۔ گردنک خاک نہ پائی۔ یزدنہ نام ایک خوشخرام تھا، انسان کی خصلت تھی۔ گھوڑے کا نام تھا، وہم بشر خیال رفتار سے عاجز پیک گمان تصور میں لنگ سطر بغیر اس کی گردش کو تنگ۔ رخصت رسم، شہدین خسرو، گردھتا۔ ایسا سترج ایسر جہاں گردھتا۔ باقی ایسے کہ دکن کی جان، پیل گردوں سے زیادہ رفعت و شان اگر

سراٹھائیں، ماتھے آسمان سے رگڑ جائیں۔ اس پر بک رو، بھولتے کہ جب رو پرائیں، حشرات الارض زیر پا آزار نہ پائیں۔ ہزاروں جامہ دار گراں بہا زربفت و تمامی مطلقا، گردنی و بھول کے واسطے قطع ہوئی کہ کشیر سر ہو گئی۔ ہوسے اور زین سونے چاندی کے اتنے بنے کہ زین سفید اور زرد ہو گئی۔ بجز طلائے ہر و فقرہ ماہ چاندی سونا نظر نہ آتا تھا۔ ایسے ہی گردنی گرداں خوف سے دن رات چھپاتا تھا۔ جس طرف خیال آیا ایسے انتہائے کمال کو پہنچایا۔ اس عیش پسندی پر عشرہ عظم میں چلے تھا کہ راہ چلتوں کو سکرانا حال تھا۔ روز و شب غم المیہ میں روزنار لعین تک زین پر سونا، لباس آبی یا سیاہ، ہر دم لب پر نالہ واہ، ہزار ہا روپیہ اور جہان کی نعمت، مرثیہ خوان اور سید فجاج آب و نان پاتے تھے۔ تعمیل خنات و خواب فراتے تھے۔ دوازدہ امام کی درگاہ، صاحب الامر کا غار، بنوایا، لاکھوں روپے کا اسباب چڑھایا۔

بیٹھے بیٹھے طبیعت جو لہرائی، گنگائے ہر سنگائی، منظور ہوا کہ چشمہ خوشگوار جاری ہو، جو بحر ہستی میں یادگار ہو، سرسبز ہر ایک کاشت کار ہو، مزدور غریب غربا نہال ہو گئے۔ کارندے صاحب مال ہو گئے۔

گری کی فصل میں گلہ سوتوں کا جن بتا تھا، بچوں کا شامیانہ تننا تھا۔ مہری رشک گلزار، باغ و بہار بچتی تھی۔ گرد و خوں

چار جواہر نگار، دس طرح کا درویشی کے پر نقش و نگار، مگر
سے بیروز، بوئے فتنہ خیز فواسی کی جادو خت بنے تھے بھول
اور لگی سے فوارے چھٹتے تھے، اور چینی کے، حوضوں میں درختوں
پر جادو تھے، وہ کربال کرتے، آواز دیتے تھے، ہر شام یہ سامان
تیار ہوتا، صبح کو وہ بدل جاتا، تازہ باجر اور درو آتا۔

رجب علی بیگ سردار فسادِ عبرت کے دیپاچے میں لکھتے ہیں۔

”ہزار بارہ سے جلسے والی، حور و شہزاد، بک کر دار، بک کر دار
نظرِ اختیار، ان پانچوں دریا تے جواہر میں فرق دست بہ درو
کھڑی رہی۔ جہاں کی تخت سلتے پڑی رہی۔ ہر وقت
راجہ اندر کاہلہ سا، ہنروں میں مگر ہوا، مکان اس طرح کے
بنوائے کہ ننگ گرواں نے صدفے ہو کر چکر کھاتے۔ اندر اس گلشن
ارم کہ ایسا باغ اور اس طرح کی کوٹھی چشم و گوش عالم نے دیکھی
نہ تھی۔ اندر اس میں عطر کا حوض پھلکا رہا، مٹا اٹھر
مہکتا رہا۔“

مرقع خسروی کے مصنف محمد مظفر علی نائی نیر الدین حیدر کے
عہد میں لکھو میں موجود تھے انھوں نے اس بادشاہ کی نفیس مزاجی اور
عیش پسندی کے بیان میں بہت کچھ وہی لکھا ہے جو آپ سرتی کی زبان
نے ابھی سن چکے ہیں۔ اس بیان کے دو مختصر ٹکڑے یہاں نقش
کئے جاتے ہیں۔

”غالی داغی کی دج سے گلاب دیکھوڑے سے حسن کی طیاں چھڑکی جائیں
”سترو سو جلیے دایاں ناوردہ زمانہ لازم ہوئیاں اور
بارہ سو گائیں“

فن موسیقی میں یکتا باریاں بھرتیاں

یہی مصنف ایک جگہ لکھتا ہے :

”گیارہ سوا سامیان حرف جلیے دایاں اور ڈول دایاں عیشِ گل
کی بھتیں تھ۔“

اور نواب قدیر محل کی سخاوت کے سلسلے میں کہتا ہے۔

”ایک ایک دن میں لاکھ لاکھ روپے جلسے والیوں کو اُس نے دیدیئے
ان کے معاصروں میں پانچ انگریز بھی تھے۔ ایک انگریزی پڑھاتا تھا۔ دوسرا
بادی گار ڈاکستان تھا۔ تیسرا خاصہ قراش عادیہ حیات کے لئے آئے تھے۔
معاصرت میں داخل کر کے گئے تھے۔ یہ دونوں کچھ دلفن کے بعد نکال دیتے گئے۔ ان
میں سے ایک نے انگلینڈ جا کے اپنی چشم دید واقعات ایک کتاب ”لائف آف این
ایسٹرن لنگ“ شائع کی۔ اُس کے اردو ترجمہ ”شاب ادودھ“ سے کچھ اقتباسات
پیش کئے جاتے ہیں۔

”میں برس اُدھر میں لکھو گیا تھا اس وقت نیر الدین حیدر فرازوا
تھے۔ میں نے کلمہ میں لکھو کی عجیب داستانیں سنی تھیں۔ یعنی وہاں ایک
عظیم قوش خانہ ہے۔ بائیس صدی کی طور پر بہادر اور جنگجو ہیں۔“

گلی کوچوں میں مہیب صورت لوگ ڈھال تلوار بندوق اند پستول سے مسلح نظر آتے ہیں۔۔۔ یہاں میں نے جو کچھ دیکھا وہ میرے دہم گمان سے بھی زیادہ تھا۔ پہلے تو مجھے ایوان شاہی دیکھ کر حیرت ہوئی کیونکہ یہ گنجینہ محلات و قصور تھا جس کا سلسلہ دریائے گوسنی کے کنارے دور تک چلا گیا ہے۔۔۔۔۔

دوسری جانب وسیع رمنہ تھا جس میں شاہی قوش خانہ تھا اس میں اس قدر رکیز اور مختلف اقسام کے جانور تھے جن کا اندازہ کتنا شکل عقائد با باغی گینٹ سے، تیندے، جیتل پاڑھے ہرن ایران بیتیاں چینی کتے کچھ کھلے بندوں کچھ کٹھڑوں میں بند۔

اہل لکھنؤ کی سیامیانہ زندگی | بشپ ہیر صاحب نے ڈریسٹری اور دوسرے سیاحوں نے لکھنؤ کو ماسکو سے، شاہ تبتا یاہے مگر میرے نزدیک لکھنؤ کی ایسی عجائب روزگار چیزیں کہیں نظر نہ آئیں گی ادلا لکھنؤ کے ایسے ہتھیار بند آدمی ان شہروں میں کہیں دکھائی نہ دیں ماسکو کے باشندے مرنے پھری باندھتے ہیں اور قاہرہ کے لوگوں کے ہاتھ میں کبھی کبھی کچھ ہتھیار دکھائی دیتے ہیں۔ بظلمات اس کے لکھنؤ کے باشندے بالعموم، بچی بنے نظر آئیں گے اُن کے پاس ڈھال تلوار اور بندوق یا پستول ضرور ہوگی جن کو وہ لوگ جو کاروبار روزمرہ کرتے ہیں وہ بھی تلوار ضرور باندھتے ہیں اور کوچہ درگاہ جب مسٹر گشت کو نکلیں گے تو کمر میں پتھر کی جوڑی اور ڈھال دونوں لگائے ہوں گے۔ بڑی بڑی موچکوں والے مہیب صورت راجپوت

اور پٹھان اور سیاہ واڑھی والے مسلمان ڈھال تلوار سے پس تنے ہوتے نظر آتے ہیں اور اہل لکھنؤ کے پندار خود پسندی و جوش نیرواڑمانی کو بخوبی عیاں کرتے ہیں۔

یہ امر کو اہل لکھنؤ بالعموم سیامیانہ وضع رکھتے ہیں تعجب خیز نہیں ہو سکتا اس لئے کہ کپہنی کی فوج میں اودھ کے تربیت یافتہ بکثرت ہیں اور اعلیٰ عالم بنگال کی تمام تر فوج یہیں کے باشندوں سے ملو ہے۔

باشندگان لکھنؤ میں اسلم کا مذاق بچنے سے پیدا کر دیا جاتا ہے نیز ہر جگہ یہاں کے لڑکوں کے سمول کھلوتے ہیں اور جس طرح انگریز دانتیاں بچوں کے ہاتھوں میں بچھنے دے دیتی ہیں اسی طرح یہاں چھوٹے چھوٹے بچے اور کاکٹھ کی تلواریں کھیلنے کودی جاتی ہیں۔ اس شہر کے گلی کوچے میری نظریں بالکل انکھ معلوم ہوئے گویا عالم رویا میں میرا گذر ایسے ملک میں ہوا ہے جہاں خواص دعوام پہلوان پیدا ہوتے ہیں جن کے ہر سے جنگوئی ٹپکتی ہے جس کا تذکرہ میں نے لڑکپن میں قلعہ کمان کی کن بوں میں پڑھا تھا۔

تقریب لاقات | بادشاہ کے سامنے ہم پیش ہوئے۔۔۔۔۔ وہ ڈریس کوٹ، سیاہ کلو بند اور سیاہ وارنش کا بوٹ پہنے ہوئے تھے۔۔۔ کھانے کے کمرے میں جب ہم سب لوگ جا کے بیٹھے تو عیب سامان نظر آیا۔ مزنی اور دیسی سامان ملا ہوا تھا۔ بادشاہ ایک زرنگار کرسی پر بیٹھ گئے۔ جوزین سے کچھ اونچے پر رکھی تھی۔ ہم لوگ اُن کے دونوں پہلوؤں میں بیٹھائے گئے۔ میر کا دوسرا منہ بالکل خالی تھا اس

عزم سے کہ ملازموں کو رکایاں ملیں اٹھانے میں آسانی ہو اور جو کچھ کھیل
تماشے اس شب کے واسطے تیار ہوئے تھے انھیں بادشاہ سلامت
بآسانی ملاحظہ فرما سکیں۔

ہم لوگ اسے سمجھے ہی تھے کہ نصف درجن اعلیٰ درجہ کی حینہ جمیل
خواص میں لبوس زریں تن کے ٹکڑے کے ایک گھٹے سے پر ذہ
اٹھا کے برآمد ہوئیں چونکہ آگاہ کر دیا گیا تھا کہ ان کی طرف ہرگز نگاہ نہ
اٹھانا۔ میں نظریں اگر لکھوں سے ان کا نظارہ کرتا رہا۔

یہ پری ہال عورتیں بہت ہی خوبصورت تھیں۔ ہلکا ہلکا گلابی
رنگ کالے کالے گھونگر والے بالوں کی لٹیں جن کی چوٹی گندھی ہوئی
تھی جن میں زرد نارو بان کی بندش اور سرخ سرسبیل چمک رہی
تھی۔ گورے گورے چہروں پر سجاوٹ ہنر ڈھاری تھی معلوم ہوتا
تھا کہ رخساروں سے خون پھلک رہا ہے اور خوشی و شگنی ٹپک رہی
ہے۔ باریک آب رواں کا ڈوپٹہ بے ساختگی کے ساتھ کپڑوں پر
پڑا ہوا خانوں کے نیچے لٹکا تھا۔ ڈوپٹوں پر زری کا کام بھٹا اور
کپڑوں کی باریکی خانوں اور بازوؤں کی چمک دکھائی تھی ان
عورتوں کے ہاتھوں میں مور کے پردوں کی مورچیل تھی اور جب
بادشاہ کی پشت پر گیس رانی کرتیں تو ان کے آگے بڑھنے اور پیچھے
ہٹنے کی ادا غیب تھی سینوں کا اُجھارا اور ہر جنبش پر کمر کو محو کا چمک
قیامت کا سامنا تھا ان کا جسم زیریں پانچاؤں سے پوشیدہ تھا
جو زرد سرخ چمکدار رومی اطلس کے تھے، ان پر زرق برق

زرد معزی کے کام کی پیٹی کسی ہوئی تھی اور زرا اور کڑی کی
گوٹ باریک ڈوپٹے سے اپنا بھکڑا دکھلا رہی تھی۔

بادشاہ کی پشت پر یہ عورتیں چپ چاپ خوب کھڑی ہو گئیں
بادشاہ نے ان سے کچھ کہا اور نہ تو گول میں کوئی ان سے غلب ہوا
بہی معمولی دستور روزمرہ کے کھانے کے وقت کا تھا۔ ان عورتوں
کے ہاتھ بازو تک پہنچتا تھا اور ان کا لطف اس وقت نظر آتا تھا جبکہ
دو دو باری باری بادشاہ کے پشت پر چپل ہلانے میں اپنی نازک
کلائیوں کو آہستہ آہستہ جنبش دیتی تھیں۔

کھانا: انگریزی بہت لذیذ تھا کیونکہ ایک اعلیٰ درجہ کا
فرانسیسی کا بدار شاہی باورچی خانہ کا انتہائی شرب اعلیٰ درجہ کی
کلارٹ ڈیرا شاہین گریوں میں برف لگا کے آتی تھی جس سے سرد
اور بڑھ جاتا تھا۔ کھانے کے بعد پیانے دہر چلتا تھا۔ اس کے
بعد توتازہ سوے آتے تھے۔ پھر کھیل تماشے شروع ہوتے۔ نٹ
بازیگروں اور سحر سے جگت لڑنے والے سپرے جا دو گر کھٹ پستلی
کا تماشا مرغ بیٹر اور نیزکی بانیاں ہوتیں ساتھ ہی ایک طرف طوائفوں
کا ناپچ اور ان کی عیبت میں ہر طرح کا ساز بھڑا رہتا ان طوائفوں کی
موریں ایسی دلکش تھیں جیسی ان خواصوں کی تھیں لیکن ان کا دل
ڈول موزوں اور چھپ تھی غضب کی تھی۔ خوشی و شگنی چسپی چالاکی
کم نہ تھی۔ ایک گوشہ میں گانگ کا پردہ پڑا
وہاں ادھر دیکھنا آداب و ربار کے خلاف تھا کیونکہ وہاں حرم شاہی

تماشا دیکھنے بھیتیں۔ ہمیشہ و فضا ط کے بڑے بھی ناپ کا ہو رہا ہے اور
بادشاہ شراب سے سرشار ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ وہ بالکل بدمست
ہو گئے آخر کار خواصوں اور خواجہ سراؤں نے سہارا دے کر نکل
سرایں پہنچا دیا۔

پرستان: دوسرے دن ایوان شاہی دیکھا زرنکار
آیتے ہنر بہا شیشے کے آلات سے سجا ہوا تھا۔ اس کے ایک
حصے کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی یہ ایک مصنوعی جھیل تھی جو تمام بارغ
کو گھیرے ہوئے تھی۔ بیچ میں ایک خوبصورت سی بارہ دری
تھی اس میں باہر کی طرف نہایت نفیس رنگ آمیز لکھاری اس پر
چھوٹے چھوٹے ٹیکے اور خوبصورت بیتے اور بنارہے جھیل کا
پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ نہ کی سب چیزیں نظر آتی تھیں اس
کے اندر بڑی بڑی سنہری روپڑی پھلیاں تیری تھیں۔ بارہ دری
مکے سپنج کے لئے بچھا تھا اس پر ہم دونوں اس پرستان میں داخل
ہوئے دھڑکے متوسط طویل وعرض کے تھے اور دونوں بے حد
آرائش تھے بڑی بڑے دنگل اور کوئچیں دیواروں سے لگی ہوئی
تھیں بارہ دری میں کھڑے ہو کر صاف شفات پانی کا نظارہ
کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ پرستان میں گزر ہو گیا ہے جھیل میں پھلیوں
کا سیلاب دھڑکے تیراؤ بنا اور ابھرنا بھرے کی سجادے سوا حل
پر رنگ برنگی پھولوں کی گولٹ اور ارد گرد لابی لابی گھاس اور گھنی
گھنی جھاڑیاں جن میں پھول چھپے ہوئے تھے اور جن کی وجہ سے

گرد و پیش کی عمارتیں چھپ گئی تھیں۔ یہ سارا سماں بے حد دلرب تھا
شکار ایک مرتبہ کھانے پر شکار کا ذکر چھڑا کر چندیل پر ایک جھیل
میں شکار بہت ہے فرمایا ہاں ہم نے بھی سنا ہے۔ اچھا چلو شکار چلیں
قرار پایا کہ ہم لوگ ان عمارت میں جو جھیل کے کنارے واقع ہیں دوسرے
روز جمع ہوں ایک عمارت جس کا نام دلکش ہے شہر سے چندیل کے
فاصلے پر واقع تھی دوسرے دن ہم لوگ وہاں پہنچ گئے۔ اور اس
خیال سے کہ غام تک شکار سے واپس آجائیں گے کسی نے شب باشی
کا سامان نہیں لیا جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بادشاہ سلامت سچلے
خدم و خدمت کے تشریف فرما ہیں ہم لوگ سمجھتے تھے کہ پہنچتے ہی جھیل پر چلنے
کے لئے طلب فرمائیں گے مگر کسی نے خبر بھی نہ لی۔ رات کو نو بجے کھانے
پر بلای ہوئی یہ عرض کرنے کی جرأت نہ تھی کہ شکار کیوں ملتوی ہوا کھانے
پہنچے اور رفتی دوسرے دن آدھی رات گزر گئی جب بادشاہ نشہ میں
جو رہے ہو گئے تو فرمایا کہ بس اب کل شکار رکھیں گے یہ کہتے ہوئے مجلس را
میں چلے گئے جاتے وقت پہلے تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ آپ کا جی چاہے
تو ناپ کا نام و فوف نہ کیجئے گا۔ پھر طوائفوں کے قریب سے جب گزرے
تو فرمایا کہ تم لوگ ناچے گاتے جاؤ۔ وہ وقت بھی خوب بھلائی
وقت کمرہ جہاں ہر قسم کی تزیینیں پانڈیاں جھاڑیاں فائوس دیوار گیریاں
روشن تھیں ہر کا عالم تھا۔ بادشاہ گئے ان کے ساتھ ہی ان کے
خواص پیش خدمتیں بھی داخل ہو گئیں۔ اب ہم چند نفیس اور بے چارے
ناچنے گانے والیاں کیا خاک جی لگتا۔ ہم نے ان کو رخصت کیا۔ میز

پر سے اٹھے اور گرد گھومنے لگے۔ یہ کئی عمارت ہماری چہل قدمی کے واسطے وقف تھی شاہی خواب گاہ البتہ مستثنیٰ تھی کیونکہ اس کے سامنے ہندوستانی عورتیں پایا نہ دودی میں کاندھوں پر بند دیتیں رکھے آہستہ خرامی سے پہرہ دے رہی عتیں دوسرا دن ہوا وہ بھی پہلے دن کی طرح گزر گیا پوچھنے سے معلوم ہوا کہ بادشاہ اپنی ایک نئی حرم سے جو بہت ہی کسن اور خوبصورت ہے اور جسے ہم نے دو دن پہلے دلکش میں دیکھا تھا مشغول عیش ہیں۔ ایک ہفتہ گزر گیا اس کے بعد ہم لوگ جمیل کی طرف روانہ ہوئے جمیل اداس کے گرد کے سامان کو دیکھ کر کم لوگوں کو سخت تعجب ہوا جمیل دوسیل لمبی ایک میل چوڑی تھی بجز اس رخ کے جس طرف سے ہم پہنچے تھے ہر طرف گنا جھنگل تھا جس کے درختوں کی شاخیں پانی پر سایہ افکن تھیں۔ جدھر جنگل تھا اُدھر کالگا را ذرا بلند تھا اور اس پر سرسبز و شاداب مرغزار و درونک نظر آتا تھا اسی میں بڑے بڑے بنجے راڈیاں پھولداریاں نصب تھیں بچ میں شاہی بنجے تھے جن کے گرد و قفا کھڑی ہوئی تھیں۔ خاص شاہی خیمہ زرتار بادے کا تھا جس میں قمری دھاریاں عجیب حسن رکھی رہی تھیں۔ اس کے گرد زرنگار جھنڈے لہرا رہے تھے قناعت کی پشت پر شاہی عمارت دیگمات ان کی پیش خدمتیں خواص زناہ پہرے والیوں، ڈومنیوں و میزہ کے خیمے ترتیب دار نصب تھے۔ بادشاہ کے خیمے کے دائیں بائیں رزیٹلٹ کے لئے ایک خوشنما خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ دوسری جانب

کچھ ناصیے پر ہم یورپین ملازمین کا خیمہ تھا۔ ان خیموں کے علاوہ وزیران کے صاحبزادے سپہ سالار جنرل صاحب یعنی پولیس کے افسر علی اور دیگر عہدیداروں کے خیمے تھے ان میں سے بعض کے ہمراہ بہت کچھ مذم و حشم تھا اس چھوٹے سے شہر میں پانچ گھنٹے سے بچر بھی تھے کہیں باغیوں کے ہوسے نظر آتے تھے کہیں پالکیاں اور ہوا دار اور پھر انھیں کے ساتھ طرح طرح کی بندواریاں شاہی عمارت کے لئے تھیں.... بادشاہ تین دن شکار رکھتے رہے.... اس کے بعد بازوں سے شکار ہوا ان سے ایسے ایسے کام لئے گئے۔ جوان کی بھگ سے بہت بعید معلوم ہوتے تھے۔ پہلے ہزاروں جانوروں کو دانہ ڈال کر جمیل کے کن سے جمع کیا گیا اور چار پانچ ہزار چھوٹے گئے بندواریوں کے ہم لوگ کچھ جمیل کے کن سے کچھ کھلم میدان میں کھڑے ہو گئے اور کچھ کشتیوں پر سوار ہو گئے اسی دوران میں ہزار ہا جانور پانی سے اڑ کر ہوا میں بلند ہوئے اور بازوں نے تلے اوپر سے ان کو گھر کر ایک مقام پر قائم کر دیا بندہ ہونے دیتے نہ زمین پر اترنے دیتے اور ہم لوگ بندواریوں کا نشانہ بناتے رہے عجیب چہل پہل اور زندہ دلی تھی.... بادشاہ کو شکار کا ایسا لطف ملا کہ انھوں نے آگے بڑھ کر دو دنوں کے شکار پر رغبت ظاہر کی.. حسب الحکم جمیل کے کن سے خیم شاہی اکھاڑے گئے اور شمال کی جانب کوچ بولا گیا۔ اس لاؤٹنگ کے ساتھ قطع منازل باسانی ممکن نہ تھا۔ سامان شکار میں باز بھی تھے کیونکہ انھی ان کے ذریعے

شکار کھین منظور تھا۔ جیتے بھی تھے بارہ گئے بھی تھے سب بھگڑ کر
پر بندگاڑیوں میں لدے چلے جاسے تھے ان کے ہمراہ ان کے
محافظ بھی تھے۔ شاہی حرم سرا بھی تھیں جن میں خاص بیکات اور
بہت نظر کردہ شاہی تھیں، رنڈیاں ڈومیاں خواہیں پیش نہیں
اور پہرہ دار نیاں سب بند سوار یوں میں سوار ایک فوج کی فوج
تھی۔ باڈی گارڈ کا رسالہ بھی مغز نیلیوں دروی میں سیا ہوا
تھا۔ ہاتھی بھی تھے اونٹ اور سانڈیاں بھی تھیں کچھ بار برداری
کے لئے کچھ ہرکادوں کی سواری کے لئے گھوڑے بھی ریل پیل تھے
ان سب میں ہمارے جلوس کا اضاڈ کرنا چاہیے جس میں ہاتھی گھوڑے
پالکیں تھیں اتنے بڑے لاڈلے شکر کا سفر کچھ آسان نہ تھا۔ کسی طرح
یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ صرف سامے طور پر شکار کھینے جا رہے ہیں
بلکہ خیال ہوتا تھا کہ کوئی ہندوستانی راجہ ہمارے فوج کے کسی ملک پر
چڑھائی کر لئے چلا ہے اور شاہانہ فوج دسا اند سے چلا ہے۔۔۔۔۔
غرض اس لشکر کا درود ایک دوسری جھیل پر ہوا جو پہلی جھیل سے
۵۴ میل کے فاصلے پر تھی اور پہلی جھیل سے دو گنی، مواریت میں
برجہاں زیادہ جوں جوں ہم شمال کی طرف بڑھتے جاتے تھے کہ کوہ
ہمالیہ کا ریٹلا سلسلہ نظر آتا تھا۔۔۔۔۔ لشکر کا پڑاؤ جھیل سے کچھ
فاصلے پر ڈالا گیا۔۔۔۔۔ بادشاہ حسب قاعدہ تنہا شکار میں مشغول ہوئے
۔۔۔۔۔ باز کے شکار کی فوج آئی۔۔۔۔۔ جوں ہی باز کو چھوڑتے
وہ تیر کی طرح ہوا میں جاتا پھرتا آہستہ آہستہ شکار کے گرد گھومتا اور

پھر اوپر اڑ کر بجلی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتا اور بچوں میں پکڑ کے
اُس کو گھائل کر دیتا اسی حالت میں بچوں میں دبائے گڈمڈزین پر
گر پڑتا۔۔۔۔۔ جب ہم لوگ دیکھ لینے کو باز نے شکار کو دوپوچ
لایا ہے فوراً اس کے نقاب میں گھوڑے دوڑاتے۔۔۔۔۔ بادشاہ
شہسوار بہت اچھے تھے شکار کے نقاب میں ان کو خاص لطف
آتا۔۔۔۔۔ شکار کے بعد ہم لوگ کھانا کھاتے ہر قسم کا سامان جو گلشن
میں ہوتا تھا بدستور مہیا رہتا۔۔۔۔۔ طرح طرح کے الوان نعمت بڑے
بڑے شمع دان بیش بہا ظرفت چینی و فنی شاہی خواہیں پیش
خدمتیں مور کے پگھوں سے مسون گیس رانی ارباب نشا طر گرم
رقص درود یہ سب جنگل کو تنگل بنائے ہوئے تھا اور ہرگز یہ
قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ ہم لوگ کسی ایسے مقام پر ہیں جو گلشن سے
پچاس میل کے فاصلے پر ہے اور جس کے گرد جنگل ہی جنگل ہے چونکہ
اس جنگل میں ہڈیے سورا و شیر نہ تھے اس لئے ان کے شکار کو آگے
جانا پڑا۔۔۔۔۔ اس جنگل میں ہرن بہت تھے لہذا تجویز ہوا کہ پہلے ہم
لوگ بارہ گھوڑوں سے پھر چیتوں سے پھر خود گھوڑے پر اور پیدل
ان کا شکار کریں۔ کیونکہ بادشاہ ہندو اور باز کے شکار بڑے اگت
گئے تھے۔۔۔۔۔ بڑے بڑے کارآمد سودہ ہکوا ایسے بھیجے گئے وہ
ہرنوں کے مول کے جن کی سربراہی نہ کرتا ہے بغیر خود غل چائے
اور منتشر کئے کھلے میدان میں ہکا لاسے۔ شاہی لشکر کے بارہ گئے
چھوڑ دیئے گئے وہ جنگل کے کنارے میدان میں مہک خراہ سے جاتے

لگے ہر فن کے گھول کے نگہبانوں کی نگاہ ان پر پڑی۔ ان میں جو
دلبر تھے اُگے بڑھے۔۔۔ گنیم گنھا شروع ہو گئی۔ کد بکھڑے شہ رخ بٹخ
دست بدست بڑی بے جگری سے زور لگانے لگے۔۔۔ ہم لوگ
کھلے میدان میں گھوڑوں پر لڑائی دیکھنے اُٹھ رہے۔ ہرن تو سب
رونچ کر ہو گئے۔ مرن لڑنے والے میدان میں جھے رہے اتنے میں
ایک گروہ آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچ گیا اور بڑے بڑے چاقوؤں
سے ان کو گھائل کرنے لگا جس سے وہ خھر خھر کے زمین پر گر پڑے
۔۔۔۔۔ بارہ گھلے واپس بلا لئے گئے اور وہ محافظوں کی آواز پر کتوں
کی طرح سر جھکائے واپس چلے آئے۔۔۔ ایک روز ہرن کے شکار
کے لئے چیتے چھوڑ گئے۔۔۔ شکار کے سامنے چیتوں کا بے جان نا کوئی
آسان بات نہیں ہے۔ چیتے پالنے والے ان کے گلے میں کتوں کی
طرح زیریں ڈال کے لے جاتے ہیں تھوڑی دیر تک وہ خوشی
خوشی چلا جاتا ہے لیکن جہاں کہیں کسی چیریز پر نظر پڑے یا جنگل کی
۔۔۔ مرن سے کوئی آواز آئی یا زمین سے کسی قسم کی بو اس کے دماغ میں
۔۔۔ پہنچی بس وہ ٹھٹھک کے بھونچکے پن سے سر اٹھا کے دیکھنے لگتا
ہے اور پھر چند ہی منٹ میں بے تاب ہو جاتا ہے اس موقع پر اس
کو رام کرنے کے لئے لکڑی کے دستہ میں لگا ہوا پڑا زنک ناریل
ٹنگایا جاتا ہے جس کے اٹسے اس کے دماغ سے وہ کیفیت دور
ہو جاتی ہے اور وہ میدھی چال چلنے لگتا ہے جتنی مرتبہ علامات حشر
نظر آتی ہیں اتنی ہی بار یہ تدبیر کی جاتی ہے۔۔۔۔۔ جب چیتا شکار کے

سامنے پہنچ جاتا ہے اس وقت اس کی اٹھل کود اور بیانی قابل دے
ہوتی ہے اور ہرن بے تحاشا چوڑیاں بھرنے لگتا ہے۔ اونچا نیچا
کھائی خندق کچھ نہیں دیکھتا۔ بڑے زوروں سے طرار سے بھرتا
ہوا میں اڑتا نظر آتا ہے۔ ادھر چیتا بے اختیار زغندیں بھرتا بھی
درختوں کی ڈالیوں کو ٹھاندا کبھی پانی میں گرتا۔۔۔ شکار کا
پھپکا کرتا ہے یہ ساری کیفیت دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے ایسی
صورت میں جو سوار اس کے پیچھے دوڑتے ہیں ان کی کارگزاری
کوئی آسان امر نہیں باوجودیکہ ہزار کوششیں کی گئیں کہ بادشاہ
آسانی اس شکار کا تماشہ ملاحظہ فرمائیں۔۔۔ پھر بھی نظر جھلے رہتا
آسانی نہ تھا۔ ہم لوگوں کی سواری میں نہایت تیز اور جاندار گھوڑے
تھے ریتی زمین دلدل اور جھاڑیوں سے ان کا آسان سے گزرنا
ممکن نہ تھا لیکن گھوڑے دوڑتے چلے جا رہے تھے کسی کو یہ
تاب نہ تھی کہ بادشاہ کے اگے گھوڑا نکال لے جائے بدحواسوں کی
طرح اُگے بڑھتے چلے جا رہے تھے معلوم ہوتا تھا کہ چیتا ہوا پڑا
چلا جا رہا ہے کہ دفعتاً ایک کھلے میدان میں پہنچ گئے۔ اب گھوڑے
بھی مراد سے بھرنے لگے لیکن ہرن ٹھک گیا تھا اور چوڑی بھول
چکا تھا سامنے جنگل تھا ایک جھاڑی کے قریب پہنچتے ہی چیتے نے
اس کو دبچ لیا۔ اس پر بادشاہ سلامت بہت غصہ ہوا کیونکہ
حضرت سلامت مین موقع پر پہنچ گئے تھے۔
اس شکار کے وقت ہم لوگ موقع مہر کے شمالی جانب چند میل

کے نامیلے پر دریائے گومتی کی شاخ ٹٹنا ندی کے درمیان خید زن
تھے۔ ایک باہم لوگ چیتے کے نہایت میں ایک تھوٹے سے بھرائے
آب پر پہنچے جس کے کنارے چمکدار اور شہر بالوہتی فوسادر کی بسا
تیز۔ خوش قسمتی سے اس وقت ہوائی تیز بہتی در نہ ہم لوگ
آنکھوں سے منور ہو جاتے پھر بھی جتنی گرد آڑی اس کا اثر انا ہوا کہ
آنکھ ناک اور جسم میں چوٹیاں سی لگ گئیں گھوڑوں پر بھی اثر تھا
وہ زور زور سے کھانسنے لگے اس واقعے سے ہمارے شکار کے
خانے کی بنیاد پر لگی کیونکہ اس کا اثر بادشاہ سلامت کی آنکھ ناک
پر ایسا ہی ہوا غصہ کی حالت میں ان کی زبان سے کلمات ناظم اردو
اور انگریزی دونوں زبانوں میں نکل رہے تھے۔۔۔۔۔ شام کو
جب ہم لوگ خانے پر حاضر ہوئے اس وقت بادشاہ سلامت
پر تکلیف کا اثر تھا۔ آنکھ ناک میں رینہا سے خاک کھٹک رہے
تھے بلع مٹلی مکرہتی اور بات چیت اٹھڑی اٹھڑی تھی اس شب
کو اعلیٰ حضرت ہم لوگوں سے مخاطب نہیں ہوئے۔ خادمہ تراش
کا سحرہ پن مصاحبوں کے لطائف و ظرائف ناچ گانے کسی سے
غیر خاطر شگفتہ نہیں ہوا۔ ان کو غصہ اس پر تھا کہ پہلے سے ان کو بتایا
کیوں نہیں گیا۔۔۔ وہ بے کیف خلافت سمول سویر سے حرم سرا
میں داخل ہو گئے۔۔۔ ہم لوگ جیسے ہی پلنگ پر لیٹے کہ دفعتاً
بڑی گرج چمک کے ساتھ موسلا دھارینہ برسے لگا اور ہم لوگ
ہڑ بڑا کے اٹھ بیٹھے۔۔۔۔۔ ادھی رات آگئی تھی ہوا کی سننا ہٹ

دیو غزال کی طرح سنائی دیتی تھی خیمہ سرسبز ہوا جانا تھا۔ چوبیس بجی
جھلکی تھیں کبھی اٹھ جاتی تھیں۔۔۔ جب در اگرچ کرک کم ہوتی تو
گھوڑوں کا ہنچنا نا اونٹوں کا بلبلانا باہتوں کی چٹکھاڑ آدیوں کا
شور غوغا سنائی دیتا ہم لوگوں نے کہا کہ شاید کچھ جانور چھوٹ گئے
ہیں ایسا نہ ہو کہ باہتی خیموں کی رستوں میں اُلجھ جائیں ادھی رات
گزر چکی تھی مگر جانوروں کی چیم دھاڑ آدیوں کا غل غبارہ اور
بھی زیادہ ہوا ہاتھا اس کی وجہ سے سونا شکل ہو گیا اتنے میں شاہی
جوہر نے آکر کہا کہ باڈی گاڑ کے کپتان کو فوری طور پر حاضری کا
حکم ہے یہ سختی ہی ہم سب اٹھ بیٹھے خیال ہوا کہ ایسا ہی کوئی اہم
امر ہے جو اس طوفان کی حالت میں کپتان کی طلبی ہوئی ہے عقل
آرائیاں ہونے لگیں کہ فواب وزیر جن کے سپرد خیام شاہی کا اہتمام
تھا۔ ان کی گرفتاری اور قتل کا حکم تو نہیں ہوا کپتان صاحب روانہ
ہو گئے۔۔۔۔۔ چونکہ ابھی پانی جھا جھم برس رہا تھا اس لئے خیمہ
سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی اتنے میں کپتان صاحب واپس
آئے اور کہنے لگے ہم جاتے ہی جہاں پناہ نے کھنڈ کوچ کا حکم
بول دیا ہے ان کی کل فوج حملات شاہی ساتھ ہوگی بادشاہ بہت
برہم ہیں فواب وزیر کے ساتھ آنے کا حکم تھا صبح کا انتظار
کرنے لگے اتنے میں گھوڑوں کی ہننا ہٹ پاکی کے کہا روں کی
داجے بائیں کی آواز باہتوں کے بھاری بھاری کی چاپ سنائی
دینے لگی اور کچھ دیر کے بعد دم پڑنے لگی۔ یہاں تک کہ سناٹا

ہو گیا بادشاہ سلامت کا حکم نادرسی ہوتا تھا۔ ادھر منہ سے بات نکلی اور ادھر تعمیل ہوئی لہذا سواری چلی تو بس رکے گا کیا ذکر۔

زنانہ پلیٹن | حرم شاہی کے خوادریں جو چیر، یورپ کو عجیب معلوم ہو گئی وہ وہاں کی زنانہ فوج ہے۔ میں نے خود ان مرد نما پابو کو زنانہ ڈیوڑھی پر طلا کر کے دیکھا ہے۔ مجھے مرہٹک ان کے عودت ہونے کی خبر نہ تھی ان کو بہت قدر سمجھتا تھا۔۔۔ یہ پائے لائے بالوں کا جوڑا سر پر رکھ کے کچڑی سے چھپائی عتیں باقی وردی وہی تھی جو مردوں کی ہوتی ہے۔ وہ مردوں کی طرح ہتھیار بند بھی ہوتی عتیں۔ ہاتھ میں سنگین چڑھی ہوتی بندون، کمر میں پیٹ، شانے پر کار توں کا پر تالقیہ وہی وضع جو احاطہ کمال کی فوج کی ہوتی ہے چونکہ ان عودوں سے حرم شاہی کے پہرے کا کام متعلق تھا میں نے خود ان کی صفوں کو در دولت کے صحن میں پراجائے دیکھا ہے۔ ایک ہندوستانی امیر شاہی فوج کا اُتا اور قواعد سکھاتا۔ عورتیں پوری طرح بندون تلنے آگے بڑھنے، پیچھے ہٹنے اور ادھر ادھر گھومنے بندون بھرنے نشانہ باندھنے سنگین چڑھانے کا کام اسی رتیب و قواعد کے ساتھ کرتی تھیں جیسے بارکوں میں ہوتے ہیں۔۔۔ بادشاہ سلامت ان عودوں کو دیکھ کر غفلت ہوئے اور انعام دلا دیا کرتے تھے۔۔۔ ان میں اکثر شادی شدہ عتیں زمانہ حمل میں چذر دز کیلئے علیحدہ ہو جاتی تھیں یہ احکام نہایت تہذیب کے ساتھ بہت ہی بدائع ظاہر ہوتے ان کے مہوڈ ہنسی منے ایک اور ہیراے میں

ادائے جاتے ان کی دو کمپنیاں تھیں سرے زمانہ قیام میں بادشاہ نے ان کو اپنی سوتیلی ماں کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے بھیجا تھا عتیں ایک مکان سے دوسرے مکان میں تبدیل ہونے کا حکم دیا انھوں نے انکار کر دیا تو یہ زمانہ فوج بھی گئی انھوں نے بھی اپنے سپاہیوں کا مقابلہ کا حکم دیا۔ طرین میں خوب جنگ ہوئی زمانہ فوج کو شکست ہوئی مگر بیگم صاحب کے پندرہ سولہ آدمی مارے گئے۔

کہاریاں | لکھنؤ کے حرم شاہی میں کہاریوں کا گردہ بھی

قابل ذکر ہے ان کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ جب بادشاہ سلامت یا کوئی بیگم صاحبہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں جائیں تو ان کی پانکی پائے کندھوں پر لے جائیں ان کی قواعد سپاہیانہ انداز میں ہوا کرتی تھی۔۔۔ بیگمات کی خدمت کے لئے بہترین پیش خدمتیں بھی ہوا کرتی تھیں ان میں کچھ تو قدیمی خاں زادیں ہوتی تھیں اور کچھ عزیز والدین سے بوجہ حسن و صورت یا سلیقہ و خدمت گزاری خریدی جاتی تھیں ان کی حسن خدمت کا معیار اچھا گانا اچھی دلان کہنا اور اچھی طرح بات چیت کرنا تھا۔ لونڈیوں کی طرح کم از کم ڈیڑھ سو خواجہ سرا تھے ان سب کا امیر بادشاہ بیگم دجودہلی کی شہزادی عتیں کی ڈیوڑھی پر رہتا تھا اور ملک اودھ میں بڑے پائے کا آدمی سمجھا جاتا تھا۔

بیگمات اور ان کا لباس | پانچامہ ساٹن مخواب یا کسی

اور نشی پر پڑے کاکر کوں پھنسا لیکن نیچے پہنچ کے خوب پھیلا

نفری تھنڈیاں ہاتھوں میں لئے ہوتے تھے۔ ان پر سلطنت اور
کاشانی مار کر کٹھا ہوا ان کے بعد چاندی کی پاکی پر پوشش پڑی
ہوتی تھی جس میں بادشاہ بگم صاحب ہوتی تھیں بیس کہا رس کو
اٹھائے ہوتے تھے اور ہر دفع لائیک پر بدل جاتے تھے یہ کہا رس
قد چست لباس پہنتے ہوتے تھے اور ڈھیلی ڈھیلی قبا میں گزار
جن پر کارچوپی کا کام ان کے سر کی جگہ یوں میں سنہری روپلی بھلیا
ٹانگی ہوتی تھیں اور ان بھلیوں میں طلائی زنجیریں اور بھندے ہوتے
تھے۔ جو شانے پر لگے تھے۔ کہا رس کے پیچھے مہریاں (کہا ریاں)
ہوتی تھیں جو کہا رس سے پاکی سے کے اندر جاتی تھیں۔ ان کے
پیچھے ایک بھر طلال اور نفرتی عصا برداروں کی ہوتی تھی۔ یہ لوگ
بگم صاحب کے نام کا کڑ کا بولتے چلتے تھے اور نفرا کو سواری کے
قریب آنے سے روکتے تھے۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر روپ اور نفرتی
ٹایا جاتا تھا عصا برداروں کے بعد خواجہ سراؤں کا آخر اعلیٰ
(غالب ناظمی) یا یعنی پر سوار ہوا ہوتا تھا۔ اس کی پوشاک نہایت نفرت
ز دیا راجہ ہر نگاہ ہوتی تھی اس کے سر پر ایک نفیس جگمگا تا شل کا تھ
پراعلیٰ دبے کا کشمیری دو شالہ اس کے بعد بگم صاحب کی خواہیں اور
پیش خدمتیں کچھ پاکوٹ کچھ چٹوڑوں کچھ ہاتھوں پر ان سب کے ساتھ
پا ہی برق انداز میں بردار عصا بردار بے حد شمار ہوتے ان بگموں
کی تعداد دو سو تک ہوتی تھی۔۔۔ اس شان و شکوہ اور اجوہ
کثیر اور بے حد خود وطن کے ساتھ بادشاہ بگم کی سواری سترک

مقام کو زیارت کیلئے نکلا کرتی تھی۔
کھیل تماشے | دربار اور درندوں کی لڑائی کا چرچا بہت تھا ان میں تیرہ مرتبہ
اور بڑی لڑائیاں ہو کر کھانے کے بعد سی سیر ہوتی تھیں۔ بارہ
نگہوں کی لڑائی شاہی بارگ کے حاکم میں ہوتی تھی بادشاہ سلامت
برآمد میں بیٹھ کر دیکھتے تھے یہ بڑے بڑے سنگ والے جانور ایک
دوسرے پر حملہ آور ہوتے تھے وہ حالت قابل دید ہوتی تھی۔۔۔۔۔
جب پیٹے لڑائے جاتے تھے تو کئی دن تک بھوکے رکھے جاتے
تھے بادشاہ کے یہاں ایک پتیا لگرا بڑا گراں ڈبل تھا اور کئی لڑائیاں
جیتے ہوئے تھیں نے اس سے بڑا جیتا کہیں نہیں دیکھا۔۔۔ ایک
بار خبر ملی کہ ایک بڑا زعفران و زعفران پتیا لڑائی میں پکڑا گیا ہے رائے
ہوئی کہ لگرا سے لڑایا جائے۔۔۔ اس کی لڑائی بہت ہنگامہ خیز ہوئی
کھنویں اور بھی لڑائی جاتے ہیں۔ چونکہ قدرت نے اس
کے صلح جو پیدا کیا ہے اس لئے اس کو لڑانے میں بڑی جدوجہد کرنی
پڑتی ہے اس کی تبدیلی فطرت کی لا حاصل سنی بڑی مضحکہ خیز ہوتی
ہے۔ کوہ آتش فشاں کی طرح اونٹ پلنے ترین پر بھاگ کی بوجھار
کر دیتا ہے اور پیٹ بھر کے بھاگ اڑتا ہے۔ اور یہ چیز بڑی
خطرناک ہوتی ہے جب ایک اونٹ پلنے حریت کا لمبا ہونٹ
خفاک سے دانتوں میں دبا کر کھینچتا ہے۔
گینڈا بھی غلغلہ مصلح پسند جانور ہے۔ گراؤٹ کے مقابلے

اس کے سر پر انکس مارنا شروع کیا۔۔۔۔۔ دونوں ہاتھی گھاٹ سے چند گز کے فاصلے پر تھے دوسرا ہاتھی کھسکتا ہوا دیا کے کنارے پہنچ گیا اور پھلے پاؤں سے جست کر کے دربار میں کود پڑا۔۔۔۔۔ اور پرتا ہوا دوسرے کنارے پہنچ گیا میر غفہ کی حالت میں چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کس پر حملہ کرے مہادت اس کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہاتھی گھوٹا مہادت کا آسن اٹھ اوردہ وہم سے زمین پر آ رہا ہاتھی نے ایک پاؤں اس کے سینے پر رکھ دیا ہڈیوں کے چٹا چٹ ٹوٹنے کی آواز ہمارے کانوں تک آئی اس نے سینے پر پاؤں رکھے ہی رکھے اپنی سوتے سے اس کا ہاتھ تانے سے اکھاڑ کے پھینک دیا پھر دوسرا ہاتھ بھی اسی طرح خون میں لتھڑا ہوا ہوا میں نظر آیا بیت ناک سا تھا۔ دیکھنے والے فکر آٹھے کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت بڑے زور سے جھپٹی ہوئی لیر کی طرف آرہی ہے اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ بھی ہے یہ دیکھ کر ہم لوگ اور زیادہ مضطرب ہو گئے کی نڈرا پنچیف بے تامل سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے جہاں پناہ خون ہوا چاہتا ہے لند خیر لیجئے۔۔۔۔۔ بادشاہ سلامت نے کہا کیا کیا جلتے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ عورت اسی مہادت کی معلوم ہوتی ہے۔ سانٹے اریزی کے ہاتھی کی طرف چلے مگر وہ عورت دلیری سے اس کے پاس پہنچ گئی اور چلائی لیر بے درد لیر چلا دیا دیکھو تو یہی تو ہے یہ کیا غضب ڈھایا ہے اب پورے گھر کا ناس کر دے مدت تک اس کا ایک ایک

لفظ کان میں گونجتا رہا ہم لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مہادت کی لاش سے ہٹ کے اب وہ اس بیوہ اور یتیم کا خون کرے گا لیکن اس کے برعکس لیر کا بارامفہ زد ہو گیا یہ سماں بھی عجیب دردناک تھا عورت ہائے داغ کا غل جاتی ہاتھی کے گرد پھر پھر کے اس کو مسلو اتیں مٹا رہی تھی اور وہ شائے کے عالم میں عمیق نظر دل سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

محرم یکم محرم کو اکثر مسلمانانِ مکہ کو ایسے مخموم نظر آتے ہیں گویا دنیا کے تمام کاروبار اور عیش و راحت سے محروم کر دیئے گئے ہیں گلی کو چے سنان پڑ جاتے ہیں ہر شخص اپنے گھر میں سوگوار ہو جاتا ہے دوسری تاریخ کو گلیوں میں بھیڑ نظر آتی ہے اور لوگ مابقی باتیں تخریروں کے جلوس میں دکھائی دیتے ہیں جگہ جگہ تخریبے نظر آتے ہیں اور ان کے ساتھ خلعت کا بجم ہوتا ہے۔۔۔

بادشاہ سلامت کا تخریبہ نازی الدین حیدر کے زمانہ میں انگلستان سے بن کے آیا تھا سبز بور کا ڈھلا ہوا اس پر سبز امینا کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ امام باڑوں کی بے انتہار روشنی میں کار چوبی کام کی چیزوں کی اس قدر چمک دکھ ہوتی ہے کہ نظر خیر ہو جاتی ہے طوائف و لغوی خوں کی جگہ گٹھڑی بھاری ٹپکوں کی سجاوٹ زرد و زری کے کام پر گنگنا جھنی کرن کی جھار و درو دیوار کی آبی تاب بس سارا امام باڑہ بغیر نور ہو جاتا ہے رات کو دن نظر آنے لگتا ہے اس آرائش و زیبائش میں ادب کی پگڑیاں ہانڈھے لابی دار پٹیاں

پٹھکا سے ادب و سکوت سے لوگوں کا چلنا ان کی غلگین صورتوں سے
حدود جرج و غم ظاہر ہونا ایسا سماں ہوتا ہے کہ بقول مسر حسن علی
دربار ادھر کو دیکھ کر وہ طلسمی الوانات میری آنکھوں میں پھر
گئے جو العتیلی کی داستاؤں میں پڑھ کے ہمارے ذہنوں میں
منقش ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ شب و روز میں دوسری مجلس ہوتی
شام کی مجلس میں مجمع بہت ہوتا بادشاہ سلامت مانتی لباس پہنے
مور کے پردوں کا تاج سر پر رکھے واقعہ خوان کے روبرو بیٹھے ہیں
دو دو کی قطار باندھے گردنیں جھکائے نظریں نیچے کئے غلگین
صورت بنائے لوگ امام باڑے میں داخل ہوتے ہیں۔ اور بادشاہ
کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں بھارتوں اور مومی شمعوں کی تیز روشنی میں
یہ سماں اور سکوت کا عالم قابل دید ہوتا ہے۔ اس کو واقعہ خوان
اپنی دردناک آواز سے توڑتا ہے اور سامعین سراپا معنوم ہر تن
گوش سننے ہیں اس وقت روشنی کی تابش بڑی بڑی چکریوں کی
شان امام باڑے کے سامان کی چمک دک زرنکار علوں کی آفتاب
اور سبز چمکوں کی ترپ معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرف آگ لگی ہے واقعہ
شہادت سننے سننے لوگ دایرہ میں مار کر رونے لگتے ہیں۔۔۔۔۔
آخر میں سینہ کو بلی کرتے ہیں پہلے آہستہ پھر زور سے سارا اماں باڑہ
گرج جاتا ہے دس منٹ تک یہی حالت رہتی ہے۔ پھر یکایک
سکوت اور سناٹے کا عالم ہو جاتا ہے۔ اور شریعت کا دور چلنا
ہے بادشاہ سلامت اور ارکان خاندان شاہی حقہ نوشی فرماتے

ہیں۔۔۔۔۔ پھر دوبارہ واقعہ خوان ہوتی پھر مانتی کھڑے ہو کر
سلام پڑھتا خود بادشاہ سلامت کوبے حد ہنماک تھا وہ عشرے
اور اربعین تک سوگ مانتے مرنے مواعظہ واجب کے مجمع میں
رہا کرتے شراب اور دعوتیں رک کر دیتے تھے۔ عیش و عشرت
کے جن سامانوں کے بڑے دلدادہ تھے ان سب کو پھوڑ دیتے تھے
بیگمات شاہی کے امام باڑے محلات کے اندر علیحدہ علیحدہ تھے
وہاں کی مجلسوں میں عورتیں حدیث خوان کرتی تھیں۔۔۔ شیوہ مرن
مجلس ہی نہیں کستے بلکہ اپنے نفس اندر بھی حیر کرتے ہیں۔ تکلیفیں
ہستے ہیں کھری چار پائی یا چٹائی پر سوتے ہیں۔ موٹا تھوٹا کھاتے
ہیں عورتیں اپنے زیورات بڑھا ڈیتی ہیں بناؤ سنگار کی تمام چیزیں
بالائے طاق رکھ دیتی ہیں۔

مجموع کی پانچویں تاریخ بڑے جلوس کے ساتھ کھنوکھ کے علم
درگاہ حضرت عباس میں چڑھائے جاتے ہیں ایوان شاہی سے
درگاہ ہمدے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے اس کی عمارت بہت شاندار
ہے پانچویں مجموع کو ہر حشمت کے لوگ اپنے اپنے علم کے جوق در جوق
درگاہ جاتے ہیں شاہی امام باڑے سے جو علم جاتا ہے اس میں
سب سے اگے چھ ہاتھی ہوتے ہیں جن پر سونے بھولیں پاکھر میں پڑی
نقری و طلائی ہوئے عاریاں کسی کے گلے میں نقری و طلائی ہیکلیں
شکلی ہوتی ہر ایک ہاتھی پر کچھ لوگ جواہر نگار علم ہاتھوں میں
لئے سوار ہوتے تھے ان کے پیچھے پانچوں کا ایک گاروان کے پیچھے

ایک شخص ہانس کی ایک پھڑپھڑیہ کپڑے سے منڈھی ہوئی اور ایک
اٹنی کان میں دو تلواریں لٹکی ہوئی اس کے پیچھے خود بادشاہ سلا
ان کے گرد و پیش خاندان شاہی کے افراد اور مقرب علماء ان کے
پیچھے ایک عریض گھوڑا جسے دلدل کہتے ہیں بڑے قد و قامت کا اس کے
سرواں پہلو سرخ رنگے ہوئے پشت پر نہایت زورنا مخرق جواہر
نگار زین جو گھوڑے کے نفیڑی رنگ پر بہت کھلتا تھا ساز
ویراق سب عٹوس سونے کا زین پر عربی عمامہ ایک کان اور
تیروں سے بھرا ہوا ترکش اس کے جلو میں نہایت زرق برق
در دیاں پہنے خدام ہاتھوں میں چنور لے گس رانی کرتے تھے
اس کے پیچھے خلعت کا انبوہ کثیر۔۔۔ صبح سے شام تک علم چڑھا
جاتے اس سال پاس ہزار علم چڑھائے گئے۔۔۔

ساتویں تاریخ کو مہندی نکلتی ہے غریبوں کی مہندیاں امراء
کے امام باڑوں میں جاتی تھیں نواب اور وزیر اعظم کی مہندی
شاہی امام باڑہ میں چڑھائی جاتی ہے اس رات کا امام باڑوں میں
غیر معمولی مجاہد اور روشنی ہوتی ہے اور خلافتی بے رواج ٹوک
وہاں جاتی ہے بعض قبر بڑے بڑے رنگ بھڑوں کی بہار
دیکھنے جاتی ہیں جس میں ہزار ہا شمعیں روشن ہوتی ہیں بچے یاد
ہے کہ اکبرؒ نے گنا تھا تو ایک تھاڑ میں سو کنول چڑھے
تھے بعض خوش رنگ اور باغ و بہار کنول مر دنگ دیکھ کر دنگ
ہو جاتے تھے بعض فرنگ اور آرائش کھڑے دیکھا کرتے تھے

حمد کے سلسلے ایک بڑے شکر تصویر ایک جانب دو ٹھیلیاں
حمد کے سر ہیم ملے اور ایک دوسرے کی جانب جھکے ہوتی ہیں۔
ایک طرف طلائی و نفیڑی علموں کے زرنکار و جواہر نگار پہنچے اور
چمکے لہلہا رہے ہیں انہیں کے پاس خاندان کعبہ امام حسین کے نیچے
اور قبہ مبارک واقعہ کر بلا کے نفیڑی نقشے ایک چاندی کی میز پر
رکھے ہوتے ہیں جن کو دیکھ کے دل پھٹنے لگتے ہیں ایک طرف
دیواروں میں طرح طرح کے نفیس و نادار اور عجیب ساخت کے
ہتھیار لٹکتے ہوتے ہیں جن کے دیکھنے سے دلوں میں جوش و غما
پیدا ہوتا ہے۔

جس وقت باہر سے قہقروں کے سر ہونے کی آواز سنائی دیتی
اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اب مہندی خرب پہنچ گئی شاہی نشیب
و چو بار راستہ کی صفائی کے لئے آجاتے ہیں اور امام باڑے
سے لوگوں کو باہر کر دیتے ہیں اب تٹا ہوا جاتا ہے۔ باہر کا سرخ
صحن جس میں ہر طرف روشنی ہوتی ہے چشم منتظر بنا ہوا ہے لیجئے
مہندی کا جلوس آنے لگا ہاتھی اونٹ گھوڑے پھانسی کے باہر
گئے سپاہی جلوس بردار اور بایں والے صحن تک آئے ان کی تعداد اتنی
ہے کہ کئی دھرنے کی جگہ نہ رہی لوگ داہنے بائیں پراجا کے کھڑے ہو جاتے
ہیں۔ اور بچہ بین راستہ چھوڑ دیتے ہیں جس پر پہلے تو مہندی کا امسلی
سامان آنا شروع ہوتا ہے نفیڑی کشتیوں میں ہر طرح کی مٹھائی
نیشک یوے پھولوں کے ہار گجرے پھر کھٹ گلدستے زرق برق

پوشاکیں پہنے ہوئے ملازمین ہاتھوں اور سروں پر لئے ہوئے ہیں اس وقت نہایت نفیس آتش بازی چھوٹی ہے اس کے بعد شہر کی پاکی اس کے آگے بہت بھڑک دار دردی پہنے ہوئے شعلی مشعل لئے ہوئے پھر شعلوں کی روشنی میں باجے والوں کی چوکیں یہ لوگ باجے بجاتے تمام سامان لئے امام باڑہ میں گشت لگاتے ہیں پھر سارا سامان غریب پر چڑھا دیا جاتا ہے اور فوراً عزا داروں کا ایک گروہ سر جھکائے ماتمی لباس ٹیگن صورت امام باڑے میں آتا ہے اس کے بعد حضرت قائم کا نابوت چند خادم لاتے ہیں جس کے پیچھے عزا داروں کا بیچ ہوتا ہے ان کے بعد گھوڑا ہوتا ہے جس پر زر تار بچڑی کا نخبیر تیرولہ سے بھرا ہوا ترکش اس پر شاہی نشان یعنی چتر داؤناب سایکسں بگھوڑا اس شان سے امام باڑے میں گشت کرتا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ دیکھتا ہی رہے اس کے بعد مجلس ہوتی ہے۔

اب باہر کا حال سنئے وہاں ایک خلوت جمع ہے روپیہ پیسہ ٹوٹے کے انتظار میں کچھ دیر میں روپیہ اور چاندی کے بھونٹے کٹے لگتے جانے لگے اس سیروشمی سے جسے دیکھ کر بودین حضرات دنگ رہ جاتے ہیں اس تمام سامان پر لاکھوں روپیہ صرف ہوتا ہے اگر یہ رکھ دیا جائے اور ہر سال کام میں لایا جائے تو اخراجات میں بہت تخفیف ہو سکتی ہے لیکن یہ کوئی نہیں کرتا عزا داری کے خاتمہ پر سارا مال غریبوں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ..

غریبے دفن کرنے کے واسطے بڑی بڑی عالیشان کربلا میں بنائی گئی ہیں۔ ترکے ترکے بے شمار خلوت و باہر پہنچ جاتی ہے جلوس میں تھنڈیاں برتین بھر کرے پرچم ہوا میں اڑتے ہوئے بینڈ باجے بجتے ہوئے زریہ گیتیں بجاتے ہوئے ان کے پیچھے سپاہی اُچکی بنے ہوئے بندون اندر پستول دلائے ڈھالیں رکھے تلواریں ہلاتے نکلتے ہیں امرار کے غریبوں کے پیچھے غبار کے غریبے ہوتے ہیں آخر میں ہاتھوں کی قطاریں ہوتی ہیں جن پر ستارہ در محمد ملازمین راستہ بھر روپیہ اور روٹیاں غریب کو تقسیم کرتے چلے جاتے ہیں کیونکہ شہر کے مختلف راستوں سے برابر غریبے نکلتے ہیں اس وجہ سے تمام گلی کوپے قہر بندون پستول کی آواز اور حسن و حسن کی صدا سننے جاتے ہیں کہ کربلا پہنچ کے غریبے دفن کر دیئے جاتے ہیں۔ غریب کے زمانہ میں ہم کو گلی کو حضور کی شاہ کی عزت کبھی حاصل نہیں ہوتی تمام ملکی اور مالی کام ملتوی ہو جاتے ہیں۔

حکیم نجم الغنی تاریخ اندھ میں لکھتے ہیں:

یاد شامنے فرخ بخش میں زلزلے محل کے قریب ایک عالیشان مکان تھیر کر لیا تھا جس میں بارہ دروازے تھے اور بارگاہ دروازہ امام نام تھا زربنت کے شاہیانے موتیوں کی بھال چاندی کے طلا کا ستون پر کلا بول کی ڈوریوں سے اسناد مکتے تھاڑ میں چالیس کنوی روشن ہوتے تھے۔ نفیس فرش مکتے اور قد آدم آیتے لگے تھے سونے چاندی کی فریمیں رکھی تھیں ہر امام کی ولادت پر اس میں جلسہ ہوتا تھا

اور شہادت پر مجلس ہوتی تھی۔

محرم میں ایک بارہ دہائی پھولوں کی تیسرا ہوتی تھی۔ باغات سلطان میں جتنے پھول ہوتے تھے ان کے علاوہ پانچ ہزار روپیہ کے پھول بازار سے آتے تھے بارہ دہائی کا طول تھوڈم اور عرض بیس قدم ہوتا تھا پانچ میں طوائف اور نغمہ ساز اور ستاروں اور بادے کی جھالیں پھولوں کی جگہ کام میں لائی جاتی تھیں عطریات سے مکان بسایا جاتا تھا۔ چلم تک نغمہ داری میں سارا کام خود کرتے تھے باہر کا آدمی جانے نہیں پاتا تھا شربت سٹھا لیا اور سوے پر چار پانچ لاکھ روپیہ صرف ہوتا تھا۔ محرم میں سوچاں نغمہ بچے اپنے سر پر رکھ کے لے جاتے تھے۔ ہر مرتبہ کے آنے جانے میں کئی کوس زمین طے ہوتی تھی پاؤں میں کلکریاں چھ جاتی تھیں بادشاہ بگم اور ملکہ نانی وغیرہ طوائف و زنجیری گردن اور کمر میں پہنائیں۔ جن کا وزن کئی سیر ہوتا تھا جسم کے بعد یہ غزاؤں پر تقسیم ہو جاتیں۔ تمام راتیں بیلادی میں کاٹے تھے شام سے صبح تک ہر عمل میں خود مرثیہ پڑھتے سال کے چھ مہینے انہیں کاموں میں مشغول رہتے دنیا کا کوئی کام انہیں نہیں کرتے تھے۔

بادشاہ صرف ہوا لب و لب و لب کے دلدادہ نہ تھے بلکہ علوم و فنون اور ماہان کمال کے قدروان بھی تھے۔ ان کے ہمہ گیر ہست سے مفید کام بھی ہوئے اور علوم و فنون تہذیب و تمدن کو ترقی ہونے لگا۔

رفاہ عام

گوئی پر لہے کا بل بولایا انگریزی اور یونانی شفاخانہ

تمام کیمیا جوں اور اپاہجوں کے لئے بطور خانہ بڑا یا چھتر منزل کے پاس ایک امام باڑا اور گوشتی پارک بنا کر تعمیر کرائی۔ پردہ فروش کو ممنوع قرار دیا۔

۱۸۳۳ء میں چار روپیہ نیکڑہ۔ سود پر تین لاکھ روپیہ کپڑی کو دیا اور سجادہ ہوا کہ دم سود ہر ماہ مسکین شہر پر تقسیم ہوا کرے گی اس کا نام سخاوت نصیر الدین جید ہو گا اور آئندہ کسی حکمران کو روپیہ واپس لینے یا اس کا کوئی اور مصرت بخیر نہ کرے گا حق نہ ہو گا۔ سخاوت آج تک جاری ہے۔ اور غریبوں کو ماہ بہ ماہ وظیفہ ملتا ہے پہلے تین روپیہ ہوا ملتا تھا اب سو روپیہ جانے نہ زیادہ ہو گیا ہے۔ غازی الدین جید نے دھانی کر ڈر کپڑی کو قرض دیا تھا اس کے متعلق معاذ ہو کہ اس کا سود دس ہزار کئی سو روپیہ طلبا دارا۔ ہندی زائرین معتمد کر بلائے معلیٰ پر تقسیم ہوا کرے گا۔ اس کا نام خیرہ اور دھڑار پایہ خیر بھی رکھا جا رہا ہے۔

علمی کام

رسد خان سلطان کپتان ہر برٹ کی نگرانی میں قائم کیا لاکھوں روپیہ عمارت و سامان پر صرف ہو کر اعلیٰ درجہ کا قائم ہوا۔ اور مولانا رستم علی سنہلی نے زینج سلیمان جاہی لکھی لیکن اس کی تکمیل سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا مولانا امام الدین دہلوی نے مکمل کیا مولانا عبدالحی منصف گل رعنا نے تربۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ یہ زینج میں نے لکھنؤ میں شاہزادہ ہمایوں قدیم پوری کے پاس دیکھی تھی۔

خطاطی و طباعت

۱۸۳۷ء میں چار روپیہ نیکڑہ۔ سود پر تین لاکھ روپیہ کپڑی کو دیا اور سجادہ ہوا کہ دم سود ہر ماہ مسکین شہر پر تقسیم ہوا کرے گی اس کا نام سخاوت نصیر الدین جید ہو گا اور آئندہ کسی حکمران کو روپیہ واپس لینے یا اس کا کوئی اور مصرت بخیر نہ کرے گا حق نہ ہو گا۔ سخاوت آج تک جاری ہے۔ اور غریبوں کو ماہ بہ ماہ وظیفہ ملتا ہے پہلے تین روپیہ ہوا ملتا تھا اب سو روپیہ جانے نہ زیادہ ہو گیا ہے۔ غازی الدین جید نے دھانی کر ڈر کپڑی کو قرض دیا تھا اس کے متعلق معاذ ہو کہ اس کا سود دس ہزار کئی سو روپیہ طلبا دارا۔ ہندی زائرین معتمد کر بلائے معلیٰ پر تقسیم ہوا کرے گا۔ اس کا نام خیرہ اور دھڑار پایہ خیر بھی رکھا جا رہا ہے۔

انڈازہ ہو سکتا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”بائے لکھنؤ کے چھاپے خانے جس کا دیوان تھا پااس کو آسان
پر چڑھا دیا جس خط سے الفاظ کو چمکا دیا لی پر اس کے چھاپے
پر اس کے پانی پر لعلت۔“

لاد شکر سہارنے ہفت قلم نے خطاطی میں شہرت حاصل کی۔ ایک خطاط
نے ۱۲۰۲ء اپنی قلمی پر پورا قرآن ایسا خوش خط لکھا کہ جس کے صلیب میں ہزار
روپے انعام پایا۔ یہ قرآن دکن میں موجود ہے۔

ڈرائے کی ایجاد ڈرائے کی بنیاد اسی عہد میں پڑی جس کی ترقی یافتہ
شکل سینما ہمارے سامنے سے قہقہہ کو آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش کوئی نئی بات
نہیں ہے بچے کھیل میں اچھا خاصہ ڈرامہ کرتے ہیں نقابی اسی کی ابتداء شکل ہے اور آستان
گوئی کا فن اسی خواہش کا نتیجہ ہے جس میں صورت شکل لباس زیور اور مقامات
کی تصویر کشی کی جاتی تھی قصوں میں بادشاہوں اور پریوں کے افسانے ہوتے تھے
جن میں پرستان کا ذکر بھی ہوتا تھا ان سب کو آنکھوں سے دکھانا ممکن نہ تھا مگر
جب انھوں نے پریاں اور پرستان بنا دیا تو یہ شکل آسان ہو گئی اس طرف توجہ یوں
یوں کہ کسی نے راگ مالا ایک کتاب نذر دی جس سے رقص و سرور کی تحفیں منعت
ہوئیں جس کے متعلق پروڈیوسر صاحب کی تحقیق یہ ہے۔

نیر الدین حیدر کے عہد میں ڈرائے کے باقاعدے کھیل کا حال تو نہیں
کھنڈ گرا لیاے جلسوں کا پتہ لگتا ہے جن میں ڈرامائی شان ایک حد تک موجود بھی
سرور رکھتے ہیں۔

”کسی نے راگ مالا کی کتاب نذر دی فرمایا اس کا جلد ہو جو
راگنی جس صورت و پوشاک کی دیکھی وہی محبت ٹھہری ایک بیٹی

کے جلسے میں پانچ سو عدت دلہن کا لباس پہنے ہاتھوں پاؤں میں منڈی
لگی۔ چوڑی رشتہانی۔ سر سے پاؤں تک جواہر کا زیور ایک راگنی کی
محبت جس دن ہوتی تھی۔ اندر کی سجا کی ابرو دکھوتی تھی۔“

راگ مالا سرور کی اس عبادت کو قدسے طور پر سمجھنے کے لئے کچھ باتیں
ذہن میں موجود ہونا چاہئیں راگ مالا ایسی کتاب کہتے ہیں جس میں راگوں راگنیوں
کی تصویریں بنی ہوئی ہیں ایسی کتابیں موسیقی کے شوقینوں نے مرتب کر کے قلع
معوزوں سے تیار کروائی تھیں۔ راگ مالا کا وہ نسخہ جو نیر الدین حیدر کے لئے
نفس مزاج بادشاہ کو نذر کیا گیا تھا۔ بلاشبہ بہترین تصویروں پر مشتمل ہو گا۔ میں
نے فن موسیقی کی ضخیم کتاب نادر دگر گتھ کے ایک مطبوعہ نسخے میں راگوں اور راگنیوں
کی ادنیٰ درجہ کی تصویریں اور ان تصویروں کا بیان دیکھا ہے۔ اس کتاب سے
چند تصویروں کا بیان اپنے لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔

راگ اور راگنیاں انسانی روپ میں — راگ مرد

مارور راگ : سورس کی عمر میں ایک ہاتھ میں نیزہ دوسرے میں تلوار جس میں
دشمن پر وار کر رہا ہے۔

نانگی کا ہنر : کم عمر زرد لباس، تال مڑے کا تاہوا۔ مورون نے گھر کر چڑھایا
ہے اور وہ جھوکا دے کر نکل جانا چاہتا ہے۔

جیت راگ : بڑا بہادیر ترکان ہاتھ میں گھوڑے پر سوار، دشمن پر فرخ پاکر
گا کر اور روپیہ لٹاتا ہوا۔

بھٹی راگ : اساتذہ رنگ، ہار دھوؤں پر بازو بند بندھے ہوئے ایک محبت
بڑے پہلوں کو نرم ٹھونکن ہوا اکھاڑے میں پھر رہا ہے۔

راگنیاں (عورتیں)

اسیری ٹوٹی راگنی | منہایت حسین نشلی آنکھیں، گلابی پوشاک، سر پر دو ٹوٹے رکھے ہونے ٹھوکر سے دامن اٹھاتی ہوئی، دودھ دہی بیچنے کے بہانے سے اپنے سواہی کو ڈھونڈنے نکلی ہے۔

للت گوری راگنی | شام کے وقت سنگار کر کے اپنے باغ میں ہٹل رہی ہے طوطے کا پتھر ہاتھ میں ہے ایک اسیلی ساتھ میں ہے اس کے بچے کو گود میں لئے اس سے ہنسی ہے اور پیار کرتی ہے۔

جھنجھوٹی راگنی | نشے میں تھوم رہی ہے، اپنے شوہر کو دوسری عورتوں سے باتیں کرتے دیکھ کر خفا ہو گئی ہے مگر وہ مندی عورت ہے سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیتی ہے۔

کافی راگنی | لال رنگ میں عیگی ہوئی اپنے شوہر کے ساتھ ہولی کھیل رہی ہے رنگ کے منقے شوہر کو بارتی ہے، غیر اور گال اڑاتی، پھولوں کے گیند مار کر چھپ جاتی ہے اپنی ہیلیوں کو بل کر اپنی اور اپنے شوہر کی تھپ دکھاتی ہے۔

راگوں اور راگینوں کی تصویروں کا یہ بیان اس خیال کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ فیصلہ الدین حیدر کے حکم سے راگ والا کالجہ جو تیار ہوا تھا اور راگینوں کے جلسے ہوتے تھے ان میں ایک ڈراما کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ (ادھ کا شاہی بیچ ۱۵۵) حسن علی حسین قادری پرکشش دھاڑی نے گانے میں کمال پیدا کیا عجوبہ خان اور غلام رسول کلاوت نے پڑا ایکا دیا۔ رجب علی نے بتا دی کہ لوگوں کو تحویرت کر دیا۔

منور جان جادی جان اور فقہا جان حسن و جمال میں بے مثال ہونے کے

ساتھ ساتھ گانے کے فن میں بھی بے نظیر تھیں۔

نقالی | اللہ والے بھانڈے نقالی میں شہرت حاصل کی۔
داستان گوئی | غلام مہدی اور احمد حسین نرمن صنف طلسم ہوشربانے داستان گوئی کو ایک فن بنا دیا۔ اور اس پر کتبیں لکھیں۔

مصقوری | سترائیز جرمی نے فن مصقوری کو بڑی ترقی دی۔
سپہ گری | محمد علی خان ساکن کٹرہ زن بیگ نے کلڑی کے فن میں جدیدیں پیدا کیں ذوالفقار بیگ بوٹ میں کال تھے رسم نگر محمد نگر، منصور نگر وغیرہ فن سپہ گری کے پرانے تھے جہاں بہت سے اڈے قائم تھے۔

پیراکی | پیراکی کا فن اس عہد کا خاص امتیاز ہے۔ میر جھلی نے اس فن میں کمال حاصل کیا اور لکھنؤ میں یہ بھی ایک فن بن گیا فیصلہ الدین حیدر خود اعلیٰ درجہ کے پیراکی اور پیراکی کے شغف نگر تھے۔
جل بانگ | فن سپہ گری کے عام رواج نے جل بانگ کا فن ایجاد کیا یعنی پانی کے اندر کڑی سے جنگ جواہل لکھنؤ کے ذوق جنگجوی کی انتہا کا ثبوت ہے اس فن کے سوجھ بوجھ تھیں تھے۔ یہ لکھنؤ کا خاص فن ہے۔

شاعری | شرو شاہی کا ذوق عام تھا فیصلہ الدین حیدر خود بھی شاعر اور شوا کے قدر دان تھے یہ مصرع جو ضرب المثل کے طور پر زبان زد ہے انہیں کا ہے۔

ط | جدھر دکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔ — ناسخ و دانش کی سرکھ آریاں تھیں شام و دل کی دھوم بھتی درد دیوار سے خربس رہے تھے۔

مرثیہ | میر منیر نے مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کو ایک فن بنا دیا چہرہ سرا یا مناظر قدرت رزم و بزم کے مفاہیم سے اس میں وسعت پیدا کی اور اردو شاعری نے زلفوں کی کند نظر کے تیر مژگان کے نیرے برو کی کمان تبسم کی بچلیاں اور

مشرق کی گلیوں سے نکل کر میدان جنگ میں فوجوں کی بغاوت دیکھی سپاہیوں کی لٹکار۔ تنواروں کی جھنکار سنی تیزوں کو لپکتے دیکھا اور کانوں کو کرکٹے تیزوں کو سناتے دیکھا۔

جسم زخموں سے چورس ٹی لاشیں میدان سے آتے دیکھیں وار فوڈ کے بین سے سپانڈوں کو اسیر اور تشہیر مہرتے دیکھ یہ وہ مناظر تھے جنہیں لکھنؤ کی سپاہیاء زندگی نے پہلے پہل پیش کیا۔ سوز خوانی اس کے توجہ کا محل نہیں کر سکتی تھی اس لئے محنت لفظ کا طریقہ ایجاد کیا اور ہر بات کو اسی ٹھاٹ سے منبر پر ادا کیا۔

سوز خوانی | یار خاں۔ میر حسن علی اور میر بندہ حسن نے سوز خوانی کو عروج کر دیا۔

حدیث خوانی | میر اکبر علی نے حدیث خوانی میں کمال حاصل کیا اور ایک کتاب

ضیاء الاخبار لکھی

کھانے میں جدتیں | پیر علی رکابدار نے سمو سے میں جدتیں دکھائیں کوئی ذمہ جانور اس میں بند کر دیا، لال اور چیر کو سے وغیرہ

اس رکابدار نے شکر کا اب اتار بنایا جس میں دانہ اور پردہ تک تھا۔

مٹھاٹیاں | حسینی نے حلوہ سمہن۔ دودھیا۔ حبشی حلوہ پٹری حلوہ سوہن بنائے میں کمال دکھایا۔ نذرانے بالائی بلور کی طرح شفاف بنائی۔

مٹا کو | پٹھانانے پینے کا مٹا کو ایسا ایجاد کیا کہ آج تک لکھنؤ کا مٹا کو اپنی

بطالت میں بے مثال ہے

رنگ ریز | رنگ ریزوں نے کپڑوں پر رنگ کے پھول بنائے۔ بظاہر میں کمال دکھایا

نئے قسم جو تاج اور کپڑا | پیر علی نے خود دفن کا جو تاج بنایا۔ مٹا درزی سے

انگیا کرتی سینے میں کمال دکھایا اور لاکھوں روپے کا انعام حاصل کر کے لکھنؤ چلی بن گیا۔

بڑے پانچوں کا پانچواں اور چودہ گوشہ ٹوپی ایجاد ہوئی اور خود نصیر الدین حیدر نے پنج گوشہ ٹوپی ایجاد کی جو ان کی زندگی تک کوئی اور نہیں پہن سکتا تھا لکھنؤ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ شباب پر آیا تہذیب و تمدن میں اپنا مخصوص انداز پیدا کیا مولوی عبدالحی گل رعنا میں لکھتے ہیں۔

لباس | دوش قطع لباس خود دو فوڈ اور ماندو دو فوڈ میں کہ زندگی کے ہر

شبے میں تراش و تراش نے نئے انداز پیدا کئے گند نما و ستار کی جگہ ہلکی فوکیلی ٹوپی

جامہ وغیرہ شوار کی جگہ کھلی داس غرارہ یا چوڑی دار پانچواں سلیم شاہی کی انی دار

کفش یا بے نوک کا لکھنؤ جو تاجی طرح ہر چیز پر تیاں گد زمین غی آسمان یا ہونگا

شہر کی رونق | شہر کو بھی انہوں نے ایسا آراستہ کیا کہ باہر کے آنے والے اسے

طلسمات کا شہر کہتے تھے بجات حسین خاں عظیم آبادی لکھتے ہیں:

سبحان اللہ چہ شہر است دلپذیر و چہ مقامے است بے مثل و بی نظیر جائے

است و لغزب و مکا نے است مطہر و نظرو از نقص و عیب بلند است پس دلچسپ و خوش

سواد و کاناہا بس ملود آباد و محمود است از تمام و افراع چیز با روزنا چہ بجات حسین

خان سوان لکھنؤ بزمانہ نصیر الدین حیدر

سید فضل علی دہلوی نے جو ای زمانے میں لکھنؤ آئے تھے اپنی کتاب فوائد عجیبہ میں

لکھنؤ کی تعریف نلیم و نشر میں بہت کچھ کی ہے۔ اس کے آخری فقرے یہ ہیں۔

اگر زووس بر روئے زمین است : ہمیں است وہیں است وہیں است

ہر ایک کو چہ رحمت افزا اور ہر ایک راہ دلکش شہر ہے یا طلسمات ہے۔

نصیر الدین حیدر نے لکھنؤ کو اس جو پر پہنچا کر ۱۲۵۵ھ میں رہے انتقال کیا۔